بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَااسْتَطَعْتُ، وَمَا تَوْفِیْقِی اِلَّا بِاللّٰہِ (ہود۔۸۸)

میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکے اور جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے

جشن وفات، جشن ولادت

یا تیسری عید؟

مؤلف

محمد یوسف اسحاقی

شائع کردہ

H.B.C.H.S نیول کالونی مکان نمبر ۳۸، گلی S.K

سیکٹر نمبر ۴، حب ریور روڈ، کراچی

موبائل: 0331-2348715

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذرا سوچیے

☆ ۱۲ ربیع الاول کا دن نبی ﷺ کی زندگی میں 63 بار آیا۔

☆ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت میں دو بار آیا۔

☆ حضرت عمرؓ کی خلافت میں 10 بار آیا۔

☆ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں 12 بار آیا۔

☆ حضرت علیؓ کی خلافت میں 4 بار آیا۔

☆ عید میلا د النبی ﷺ منانے والے کہ ان جلیل القدر خلفاء میں سے کسی ایک نے بھی عید میلا د النبی ﷺ منائی۔

☆ کیا صحابہؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور آئمہ اربع میں سے کسی ایک نے بھی یہ دن منایا۔ اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو جان لیں کہ یہ تیسری عید بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے جس کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔

روضہ نبوی اور خانہ کعبہ کی شبیہیں بنا کر شاہراہوں پر ان کی نمائش کرنا، ہرے کلر کا جھنڈا لہرانا، پیلے کلر کی جوتی پہننا، نعلین مبارک کی لوح بنا کر گھروں پر آویزاں کرنا، سینوں پر سجانا، پورے شہر میں جگہ جگہ سے جلوس برآمد کرنا، قرآن خوانی، قل خوانی، فلمی گانوں طرز پر نعت خوانی کرنا، بارہویں کے نام پر دیگیں چڑھانا، شیریں تقسیم کرنا اور سالگرہ کے کیک کاٹنا یہ کس اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''جشنِ وفات، جشنِ ولادت یا تیسری عید؟''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا (الحدید. ۲۷)

''(نصاریٰ نے) رہبانیت کی بدعت نکالی حالانکہ ہم نے اس رہبانیت کو ان پر فرض نہیں کیا تھا اگرچہ انہوں نے اللہ کی رضاء کی خاطر اختیار کیا تھا لیکن اسے اچھی طرح نباہ بھی نہ سکے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رہبانیت پہلے دین میں شامل نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم بھی نہیں دیا تھا لیکن نصاریٰ نے اللہ کی رضاء کی خاطر خود ہی اسے ایجاد کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اس نیک نیتی پر مبنی فعل کو بدعت قرار دیکر مسترد کر دیا۔

کوئی بھی نیا کام جب ایجاد کیا جاتا ہے تو وہ وجود میں تو آجاتا ہے لیکن اسے نبھانا بڑا مشکل ہوتا ہے رفتہ رفتہ اس نئے کام کا حلیہ ہی بگڑ کر رہ جاتا ہے نصاریٰ تو خیر رہبانیت کو اچھی طرح نباہ نہیں سکے لیکن برصغیر کے مسلمانوں نے جتنی بھی بدعتیں ایجاد کیں انہیں نہ صرف اچھی طرح نبھایا بلکہ وہ آگے چل کر باقاعدہ مذہب و مسلک اور مکتبہ فکر کی شکل اختیار کر گئیں۔

آپ مروجہ عید میلاد النبی ﷺ کی مثال ہی سامنے رکھ لیجئے پہلے یہ وفات النبی ﷺ تھی بعد میں

جشن ولادت میں تبدیل ہوئی اور موجودہ دور میں تیسری عید کی شکل میں رائج ہو چکی ہے اور یہ تیسری عید بلاخوف وخطر کارِثواب سمجھ کر نہایت تزک واحتشام کیساتھ منائی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں جو زمینی حقائق ہیں وہ ہر سال ربیع الاول کے مہینہ میں ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں لیکن جشن وفات، جشن ولادت یا تیسری عید کی جدت طرازی کے سلسلہ میں کچھ آسمانی حقائق بھی ہیں ان تینوں نکات کا جب کتاب وسنت کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تو جو حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ

ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ کے سوا کچھ نہیں

شرک کے بعد عقیدہ وعمل کے فساد میں بدعت کا نمبر ہے بدعت کی سب سے بڑی خصوصیت یا خباثت یہ ہے کہ وہ دین کا لبادہ اوڑھ کر عوام کے سامنے آتی ہے اور دل ودماغ پر ڈاکہ ڈال کر اس کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم کر دیتی ہے اس طرح علماء اور عوام دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور عالم اور جاہل میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔

شرک وبدعت کی بیماریاں مسلمانوں میں اگرچہ صدیوں سے چلی آرہی ہیں مگر اس دور میں خصوصاً برصغیر میں جس شدت سے پھیل گئی ہیں اسکے خلاف ضروری ہے کہ آواز اٹھائی جائے۔

بہرحال اصلاح امت کے پیش نظر مذکورہ تین عنوانات پر بالترتیب حقائق سامنے لائے جاتے ہیں تاکہ اسلام کا آئینہ گردوغبار سے فیصل ہو جائے۔

1- ''وفات النبی ﷺ''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (انبیآء . ۳۴)

''اور (اے رسول) ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی کو بقائے دوام نہیں بخشا پھر اگر آپ کو موت آ گئی تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے' ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے۔''

یہ آیت اپنے معنیٰ و مفہوم کے اعتبار سے بالکل واضح ہے یعنی اگر کسی نبی کو بقائے دوام (دائمی زندگی) نہیں ملا تو رسول اللہ ﷺ کو بھی بالآخر موت سے ہم کنار ہونا تھا اور پھر ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' کے الفاظ نے کوئی تخصیص باقی نہیں چھوڑی خواہ انبیاء ہوں یا عام لوگ ہر ذی نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے حیات النبی اور وفات النبی ﷺ کے سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے مابین ایک عارضی اختلاف رونما ہوا تھا یہ واقعہ صحیح ترین اسلامی تاریخ کے صفحات پر موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی جس دن وفات ہوئی' حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے آپ کے چہرہ مبارک کو کھولا اور آپ کا بوسہ لیا، پھر رونے لگے اور فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں اے اللہ کے نبی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کریگا بس ایک ہی موت تھی جو آپ کیلئے لکھی گئی تھی اور وہ آپ کو حاصل

ہو چکی لیکن اس وقت حجرہ مبارکہ سے باہر حضرت عمرؓ لوگوں میں تقریر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ کی قسم اللہ آپ کو پھر زندہ کریگا اور آپ (مفسد) لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹیں گے۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ سن کر فرمایا! اے قسم کھانے والے بیٹھ جاؤ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور کہا کہ

امابعد۔ تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے اور جو شخص اللہ عزوجل کی پرستش کرتا تھا تو بے شک اللہ عزوجل زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئیگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (زمر۔ ۳)

(اے رسول) بیشک آپ مرنے والے ہیں اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَا ئِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران۔۱۴۴)

اور محمد تو بس (اللہ کے) رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے

ہیں تو اگر ان کو بھی موت آجائے یا یہ قتل کر دئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (کفر کی طرف) لوٹ جاؤ گے اور جو شخص الٹے پاؤں لوٹ جائے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اللہ شکر گزار (بندوں) کو عنقریب اچھا بدلہ دے گا۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ آیت سنی اور انہیں یقین ہو گیا کہ نبی ﷺ کی وفات ہو گئی ہے تو وہ کھڑے نہ رہ سکے اور زمین پر گر گئے۔ یہی نہیں بلکہ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔

اللہ کی قسم اس وقت لوگوں کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ کسی کو یہ یاد ہی نہیں رہا کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ہے پھر ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی تمام صحابہؓ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور بے اختیار رو رہے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز و کتاب المغازی بحوالہ صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین مئولفہ سید مسعود احمد صاحب۔)

آپ ذرا چودہ سو سال پہلے کی اس رقت انگیز کیفیت کو تصور میں لائیے کہ ان نفوس قدسیہ میں بھی عارضی سا اختلاف رونما ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ اختلاف ہو جایا کرتا ہے لیکن دلیل سامنے آجائے تو اختلاف باقی نہیں رہتا ختم ہو جایا کرتا ہے کیا آج بھی ایسا ہوتا ہے۔؟

بہر حال ان نفوس قدسیہ نے آیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اختلاف کو رحمت قرار دیکر اپنے اپنے مئوقف پر ڈٹے نہیں رہے نہ ان میں کوئی صدیقی گروپ بنا اور نہ فاروقی گروپ بنا جیسا کہ عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک گروپ بنے

ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو گئے دوسرے نے کہا زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔

اسی طرح نام نہاد اہل سنت والجماعت دیوبند کا حال دیکھ لیجئے ان میں بھی دو گروپ حیاتی ومماتی نام کے ساتھ وجود میں آ گئے طرفہ تماشہ دیکھیئے یہی اہل وسنت والجماعت تقسیم سے قبل ہندوستان میں وفات النبی ﷺ کے عقیدے کی قائل تھی، عیسائی سالگرہ مناتے ہیں اور یہ عرس مناتے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک دلیل ملاحظہ فرمائیے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب سے ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ والد صاحب نے فرمایا۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کے عرس مبارک کے دنوں میں ایک مرتبہ خزانہ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ کچھ طعام پکوا کر آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کی نیاز دلوا سکتا لہذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند پر اکتفاء کرتے ہوئے میں نے آپ کی نیاز دلوادی۔

اسی رات بچشم حقیقت دیکھا کہ انواع واقسام کے طعام آنحضرت کی بارگاہ میں پیش کئے جا رہے ہیں اسی دوران وہ قند اور چنے بھی پیش کئے جا رہے ہیں انتہائی خوشی ومسرت سے آپ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم کر دیا۔

اس حیرت انگیز واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ

کاتب الحروف کہتا ہے کہ اس قسم کا قصّہ اگلے بزرگوں سے بھی روایت کیا جاتا ہے مگر یہ قصہ بلاشبہ حضرت والد ماجد کا ہے ہوسکتا ہے کہ توارد ہو گیا ہو۔

(انفاس العارفین صفحہ ۱۰۴ المعارف لاہور)

اس واقعہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب کا عرس منانا' نیاز دلوانا اور سب سے بڑھ کر رسول ﷺ کو اور آپ کے اصحاب کو بچشم دیکھنا، آپ کا نیاز کو شرف قبولیت بخش کرتناول فرمانا پھر اپنے اصحاب میں تقسیم کرنا' مزید ستم شاہ ولی اللہ صاحب کا تصدیق کرنا ان تمام جزئیات ولغویات شرکیہ پر کسی تبصرے کی گنجائش نہیں تاہم یہ واقعہ چیخ چیخ کر یہ اعلان کرتا دکھائی دیتا ہے کہ اس دور میں وفات النبی کا عقیدہ عام تھا اسی لئے 'بارہ ربیع الاول کو عرس منایا جاتا تھا اور ظاہر ہے کہ لوگ وفات شدہ بزرگوں کا عرس ہی مناتے ہیں میلاد نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔سوال یہ ہے کہ وہ کون سا مرحلہ تھا جب یکا یک وفات النبی ﷺ کا مسئلہ حیات النبی ﷺ میں تبدیل ہو گیا؟

بریلوی تو خیر ویسے ہی بدنام ہیں لیکن حیرت ان دیوبندی مسلک کے متبعین پر ہے جو حیاتی گروپ کی ضد میں مماتی گروپ کے نام سے مشہور ہیں وہ بھی اپنے مماتی عقیدہ پر قائم نہ رہ سکے اور الٹے قدموں پھر گئے۔

دیکھئے بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کیا لکھتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ صرف گوشہ نشین ہوئے ہیں اور وہ ہنوز زندہ ہیں۔

نوٹ: ہنوز فارسی کا لفظ ہے اور اس سے مراد اب بھی زندہ ہیں۔

نانوتوی صاحب رسول اللہ ﷺ کو گوشہ نشین کیوں سمجھتے ہیں اسکی ایک اچھوتی دلیل بھی خود پیش کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح کی ممانعت بھی اسی لئے تھی کہ وہ بیوہ کب ہوئیں ان کے شوہر تو زندہ ہیں (آب حیات ص۲ از مولوی قاسم نانوتوی)

یہ منطقی عقیدہ بعینہ وہی عقیدہ ہے جو امام بریلویت احمد رضا خان صاحب نے پہلی ہی فرصت میں ایجاد کرلیا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کی موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطاء فرمادی جاتی ہے اور اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں۔ مثلاً

۱) ان کا ترکہ نہ بانٹا جائیگا۔

۲) ان کی ازدواج کا نکاح حرام ہوگا نیز

۳) ان ازدواج مطہرات پر عدت نہیں ہوگی۔

انبیاء اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں۔

(ملفوظات للبریلوی جزء۳ صفحہ ۲۷۶)

اس سلسلے میں آیئے دیکھتے ہیں اصل حقیقت کیا ہے؟

2۔ ازدواج مطہرات اور تقسیم وراثت:

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے زمانے میں ازدواج مطہرات نے حضرت عثمان ؓ کو حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجنے کا ارداہ کیا تا کہ وہ مال فئے میں سے ان کے حصہ کی قیمت انہیں ادا کردیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ازواج مطہرات کو اس مطالبہ سے روک دیا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتیں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے ہاں اس میں سے آل محمدؐ اپنے اخراجات کے لئے لے سکتے ہیں یہ سن کر ازواج مطہرات نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی نظیر عن عائشہ صدیقہؓ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب قول النبی ﷺ لانورث نحوہ)

میراث کے سلسلہ میں ایک اور دلیل بھی سن لیجئے۔

اسی زمانے میں حضرت عباس نے بھی فدک میں سے اپنی میراث طلب کی حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے ہاں اس میں سے آل محمدؐ اپنے اخراجات کیلئے لے سکتے ہیں۔ اللہ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے ساتھ حسن سلوک اپنی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(حوالہ مذکورہ صحیح بخاری وصحیح مسلم)

3۔ ازدواج مطہرات سے نکاح کیوں حرام ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَنۡكِحُوٓا أَزۡوَاجَهُۥ مِنۢ بَعۡدِهِۦٓ أَبَدًا (احزاب ۵۳)

اور یہ جائز نہیں کہ اس کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔

یہ آیت خود اس بات کا اشارہ کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حیات نہیں رہے بلکہ وفات پا چکے ہیں ورنہ اس حکم کی ضرورت کیا تھی؟

نکاح کی ممانعت صرف اس لئے ہے کہ تمام ازواج مطہرات کا رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص تعلق تھا ان کی عزت رسول اللہ ﷺ کی عزت ہے تمام بیواؤں کا نکاح ہو سکتا ہے لیکن مذکورہ آیت کی روشنی میں ازواج مطہرات سے نکاح حرام کر دیا گیا اور یہ اس لئے نہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہنوز حیات ہیں یا آپ کی بیویاں بیوائیں ہی نہیں ہوئیں۔

یہاں سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَأَزۡوَاجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمۡ (سورۃ احزاب آیت ٦)

اور نبی ﷺ کی ازواج تمام مؤمنین کی مائیں ہیں کہ ماں سے نکاح ہو سکتا ہے؟

بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ازواج مطہرات کو ایک خاص فوقیت اور فضیلت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (احزاب. ٣٢)

اے نبی کی بیویو! تم کسی ایک عورت کے بھی مثل نہیں ہو۔

معلوم ہوا کہ نبی کی بیویوں کوایک خاص مرتبہ ومقام حاصل ہے جو عام عورتوں کو حاصل نہیں۔

4۔ بے شک انبیاء علیہ السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں

لیکن ان تمام شہداء وانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی وحیات کا مقصد ومطلب یہ ہرگز نہیں کہ بعداز وفات وہ اپنی قبر میں زندہ ہوکر لوگوں کے لئے حاجت روا' مشکل کشا' حاضروناظر سمیع وبصیر بن جائیں جیسا کہ اکثر لوگ ان عقائد کا پرچار کرتے ہیں۔

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران۔149)

اللہ تبارک وتعالیٰ شہداء کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جارہا ہے۔

معلوم ہوا کہ شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق بھی پاتے ہیں لیکن اسکی کیفیت کیا ہے؟ اس کا ہمیں شعور نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(البقرہ ۱۵۴) شہداء زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

حضرت عیسی علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ اور دنیا میں جتنے بھی انبیاء علیہ السلام تشریف لائے ان میں بہت سے طبعی موت سے ہمکنار ہوئے اور بہت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں باطل قوتوں کے سامنے اعلائے کلمتہ الحق کہنے کی پاداش میں قتل بھی ہوئے وہ سبھی اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں۔

قبر کی زندگی کے سلسلہ میں وہ یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب معراج کیلئے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک سرخ ٹیلہ کے پاس حضرت موسی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے (صحیح مسلم کتاب الاسراء وکتاب الایمان)

قبوری شریعت کے متبعین اس دلیل کو دانتوں سے پکڑ کر ایک نبی کی قبر میں زندگی کو بطور ثبوت کرتے ہیں۔ لیکن اس حدیث میں نماز پڑھنے کا ذکر تو ہے کھانے پینے کا کہیں ذکر نہیں۔

ان سے پوچھا جائے کہ موسی علیہ السلام کو اپنی قبر میں زندہ ثابت کرنے سے ان کو کیا فائدہ اور کتنی رکعت کا ثوب ملتا ہے؟

جب کہ موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں زندہ ثابت کرنے کے باوجود یہ حضرات نہ ان کے دن مناتے ہیں نہ یوم وفات' نہ عرس' نہ نذر و نیاز' نہ دیگیں نہ چڑھاوے' نہ

حاجت روائی، نہ مشکل کشائی، نہ کبھی ان کی قبر پر جا کر دل کی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔

بڑی عجیب بات ہے کہ مذکورہ لوازمات و رسوم رسول اللہ ﷺ اور اپنے پسندیدہ اولیاء اور گھر کے بزرگوں کے حق میں روا رکھتے ہیں کیا دیگر انبیاء، وشہداء اس کے مستحق نہیں؟ آخر یہ تفریق و ناانصافی کیوں؟

بات درحقیقت یہ ہے کہ قبر میں زندگی کا ڈھونگ رچانے کا مقصد فقط اتنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور گیارہویں والے بابا کو مقام الوہیت پر پہنچا کر دیگر بزرگ اولیاء کو بھی زندہ ثابت کر سکیں تا کہ قبوری شریعت جو کہ ایک منافع بخش کاروبار بلکہ ایک صنعت کا درجہ حاصل کر چکی ہے اسے مزید فروغ حاصل ہو سکے اور اس پر کبھی زوال نہ آئے۔

اگر کسی کو اس بات پر شبہ ہو تو وہ تجربہ و مشاہدہ کے ساتھ ساتھ برصغیر کے تمام مرجع خلائق مزارات، آستانوں، خانقاہوں کی آمدنی کے گوشوارے محکمہ اوقاف سے طلب کر کے تسلی کر سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں زندہ ثابت کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ اسی صحیح مسلم میں مزید آگے یہ عبارت بھی ہے کہ

پھر رسول اللہ ﷺ بیت المقدس پہنچے آپ نے براق کو اسی حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے اور آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے بھی دو رکعت نماز پڑھی پھر نماز (باجماعت) قائم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کی امامت کی۔

(صحیح مسلم کتاب الاسراء و صحیح مسلم کتاب الایمان)

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قبروں ہی میں نہیں بلکہ بیت المقدس میں بھی زندہ تھے یہی نہیں بلکہ بعض انبیاء ساتویں آسمان تک زندہ جاوید موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں واقعہ معراج بڑی تفصیل سے موجود ہے اور مختلف ابواب کے حوالوں سے یہ تذکرے ملتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب

۱۔ پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔

۲۔ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے

۳۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے

۴۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے

۵۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے

۶۔ چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے اور

۷۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرداً فرداً ملاقات ہوئی۔

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں بھی زندہ ہیں۔ بیت المقدس

میں بھی حاضر و ناظر ہیں اور چھٹے آسمان پر بھی موجود ہیں۔ لیکن یہ لوگ حضرت موسیٰ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے نہ کبھی تذکرہ کرتے ہیں۔ بقیہ جن انبیاء کا ذکر جمیل پہلے سے ساتویں آسمان تک بیان کیا گیا ہے غالباً اسوقت وہ اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہونگے۔

بہر حال قبوری شریعت کے متبعین کی ہر ادا نرالی ہے کہ وفات النبی کے عقیدہ کو تبدیل کر کے حیات النبی یعنی ''ہنوز زندہ ہیں'' کا شوشہ اختراع تو کرلیا لیکن بڑی مشکل میں پڑ گئے کہ حیات فی القبر ماننے کے باوجود یہ آپ کی قبر پر جا نہیں سکتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہی نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس حکم کے ذریعہ یہ فرمادیا تھا کہ

لَا تَجۡعَلُوۡا قَبۡرِیۡ عِیۡدًا وَّصَلُّوۡا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتُکُمۡ تَبۡلُغُنِیۡ حَیۡثُ کُنۡتُمۡ

(رواہ ابوداؤد کتاب الحج باب زیارۃ القبور)

ترجمہ ''میری قبر کو عید نہ بنانا البتہ مجھ پر درود پڑھتے رہنا کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچ جائیگا

خواہ تم کہیں بھی ہو۔''

ایک طرف تو یہ ممانعت دوسری طرف سعودی حکام (جن کو یہ نجدی اور وہابی کہتے ہیں) نے ان پر قبر نبوی پر جانے کی پابندی عائد کردی۔

رہی بات درود و سلام کی تو رسول اللہ ﷺ نے امت کو (درود ابراہیمی) سکھایا تھا لیکن یہ وہ درود نہیں پڑھتے ہیں بلکہ یہ وہ درود پڑھتے ہیں جو کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر عرض کر دیا اصل مسئلہ حیات النبی کا تھا عقیدہ تو بنا دیا لیکن نبھانا مشکل ہو گیا کیونکہ حیات ثابت کرنے کیلئے ان کے سامنے قبر کا ہونا ضروری تھا لیکن وہ تھی نہیں لہذا اس کا حل یہ تلاش کیا گیا کہ وہ تمام صفات الٰہیہ ماکان ومایکون، علم غیب خصوصاً پانچ مخفی علم، ہر جگہ حاضر وناظر، مختار کل حاجت روائی مشکل کشائی سمیع وبصیر وغیرہ وغیرہ جو علیم وخبیر رب کائنات کا خاصہ ہیں جس میں اس کا کوئی شریک نہیں وہ من جملہ تمام صفات رسول اللہ ﷺ کو تفویض کر دی جائیں ورنہ حیات النبی والے عقیدہ کا مقصد ہی فوت ہو جائیگا۔

پہلے تھیوری وجود میں آئی بعد میں پریکٹیکل بھی سامنے آ گیا اب یہ ڈنکے کی چوٹ پر درج ذیل عقائد کا اظہار کر سکتے تھے مثلاً

1۔ حضور ہی ہر مصیبت میں کام آتے ہیں حضور علیہ السلام ہی بہتر عطا کرنے والے ہیں عاجزی وتذلل کے ساتھ حضور کو ندا کرے۔ (الامن والعلی از بریلوی ص ١٠)

٢۔ لوح وقلم کا علم جس میں تمام ماکان وما یکون ہے حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے (خالص اعتقاد بریلوی ص ٣٨)

٣۔ قرآنی آیت (وھو بکل شیء علیم) سے مراد ہے کہ نبی ﷺ ہر چیز کو جانتے ہیں۔ (تسکین الخواطر کاظمی بریلوی ص ٥٢)

٤۔ قیامت کب آئیگی، مینہ کب برسے گا، کہاں اور کتنا برسیگا، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، فلاں کہاں مریگا یہ پانچوں علم غیب جو آیہ کریم میں مذکور ہیں ان میں سے

کوئی چیز رسولؐ پر مخفی نہیں (خالص الاعتقاد ص ۵۳ ص ۵۴)

۱۔ میرے سرکار آتے ہیں۔ میرے لج پال آتے ہیں۔

۲۔ سرکار کی آمد مرحبا، مرحبا یا مصطفیٰ مرحبا یا مصطفیٰ

الغرض قبر نبوی پر خود نہ جا سکے تو کیا ہوا؟ رسول اللہ ﷺ کو اپنی محافل میلاد، مجالس، سیرت کانفرنس وغیرہ میں بہ نفس نفیس تو بلوا سکتے ہیں اور ان کے عقیدے کے مطابق حاضر بھی ہو جاتے ہیں۔

لیکن کوئی پوچھتا نہیں کہ ایک ہستی بیک وقت برصغیر کی تمام محافل و مجلس میلاد میں کس طرح حاضر ہو کر شریک ہو سکتی ہے؟

اس سلسلہ میں حاظر و ناظر ہونے کی ایک اچھوتی دلیل بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

مسجد خضراء بھیم پورہ کے خطیب میاں جی سلیمان صاحب (متوفی) ایک مجلس وعظ کے اختتام پر باادب و باملاحظہ حاضرین مجلس کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اچانک شدت پیاس سے مجبور ہو کر پانی منگوایا اور کھڑے کھڑے ہی ایک سانس میں غٹاغٹ پی گئے۔

ان کے اس خلاف سنت فعل پر کسی نے ٹوکا تو مسکرا کر کہنے لگے کہ آپ تو جانتے ہیں کہ ہماری محافل میں نبی ﷺ بہ نفس نفیس تشریف لا کر شریک محفل ہوتے ہیں ایسی صورت میں جبکہ آپ ﷺ حالتِ قیام میں ہوں اور اگر میں بیٹھ کر پانی پیوں تو کیا یہ آپ کی شان میں بے ادبی و گستاخی نہ ہوگی؟

4۔ ''جشن میلاد''

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ مروجہ جشن میلاد جو کبھی وفات النبی تھا وہ حیات النبی میں کیسے تبدیل ہو گیا؟

ساتویں صدی ہجری ۶۲۵ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے برادر نسبتی ملک مظفر ابوسعید کوکبری جو موصل کے قریبی شہر اربل کا گورنر تھا سب سے پہلے اسی نے محفل میلاد کے جشن کی داغ بیل ڈالی۔

وہ اس جشن میں بھانڈ، میراثی، راگ ورنگ اور ناچنے والوں کو جمع کرتا راگ سنتا اور گانا بجانا سن کر خود بھی ناچا کرتا تھا

(البدایہ والنہایۃ جلد نمبر ۷ ۱۳، ۳۷، ۱۳۶ طبع المعارف بیروت بحوالہ سیرت امام الانبیاء محمد منیر قمر ص۱۴)

گویا ملک مظفر وہ شخص ہے جس نے میلاد کی بدعت کے ساتھ میوزیکل فنکشن کی رسم ڈالی اور یہ رسم محفل سماع قوالی' رقص و سرود دھمال وغیرہ آج بھی برصغیر میں بدستور رائج ہے۔

مئولف الابلاغ فی مضار الابتداع نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کے کرسمس کی دیکھا دیکھی مصری فاطمیوں نے جشن میلاد کو رواج دیا تھا۔

(بحوالہ کلمۃ الحق الشیخ عبداللہ آل محمود ص۵ طبع قطر)

قرون اولیٰ میں اس کا ثبوت نہ ہونے اور ساتویں صدی میں آکر شروع ہونے کی وجہ سے ہی اہل علم نے اسے بدعت قرار دیا۔

(مقالہ شیخ بن باز الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ جلد نمبر ۵ شمارہ ۴ بحریہ ۱۹۷۲ء فتاویٰ المنار محمد رشید رضاء علامہ مصر جلد ص ۵ ص ۲۱۱۱ فتوی نمبر ۷۶۵ بحوالہ سیرت امام الانبیاء ص ۱۴۱)

اس میلاد کے جواز کا فتویٰ سب سے پہلے ملک مظفر کے عہد میں ایک مولوی شیخ ابوالخطاب ابن وحیہ نے ایک رسالہ ''مولد البشیر النذیر'' میں دیا جس کی تالیف پر ملک مظفر نے اسے ایک ہزار دینار انعام دیا تھا (البدایہ والنہایہ ۷ /۱۳/ ۱۳۷ الانصاف ۳۴/ ۳۵

دوسری طرف اسی درباری ملا ابن وحیہ کو کبائر علماء حدیث نے کذاب نا قابل اعتبار غیر صحیح النسب ، بے تکی اور اٹکل پچو باتیں کرنے والا قرار دیا جس کی تفصیلات البدایۃ والنہایہ ۷/۱۳، ۱۳۷ اور لسان المیز ان ۴/ ۲۹۷ ۲۹۶ میں دیکھی جاسکتی ہیں مزید تفصیلات کیلئے سیرت امام الانبیاء ص ۱۴۱ تا ص ۱۵۵ دیکھئے مؤلف محمد منیر قمر ترجمان شرعی کورٹ)

رہا معاملہ تاریخ ولادت کا تو پورے سرمایۂ حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ سے کوئی مرفوع حدیث نہیں ملتی البتہ سیرت ابن اسحٰق کی ایک روایت سے پتہ چلتا

ہے کہ

رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے یعنی اس سال جب ہاتھی والے ابرہہ اور اسکے لشکر نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا اور ابابیل کے ذریعہ غضب الٰہی کا شکار ہوئے (ابن اسحق بہ سند جید کذا قال الالبانی الفتح الربانی جلد نمبر ۲۰ ص ۱۹۰)

اسی حوالے سے قیس بن محرم بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی سال عام الفیل میں پیدا ہوئے (حوالہ مذکور)

بہر حال تاریخ ولادت میں شدید اختلاف ہے لیکن اسقدر متفق علیہ ہے کہ دو شنبہ یعنی پیر کا دن تھا اور تاریخ آٹھ تا ۱۲ ربیع الاول پر منحصر ہے کیونکہ اس سلسلہ میں مورخین اور سیرت نگاروں کے بکثرت اقوال ملتے ہیں، کسی نے دو، کسی نے آٹھ، کسی نے دس، کسی نے بارہ، کسی نے سترہ کسی نے اٹھارہ اور بعض نے بائیس ربیع الاول بتائے ہیں اور ان سب میں دو قول راجح ہیں ایک آٹھ ربیع الاول اور دوسرا بارہ ربیع الاول۔

صاحب ہدایہ نے آٹھ ہی کو راجح قرار دیا ہے جو امام حمیدی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے اور کئی دیگر آئمہ نے اسکی تائید کی ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۲ ص ۲۵۹)

ہدایہ احناف کے نزدیک بڑی معتبر کتاب ہے اس کے بارے میں احناف کا دعویٰ ہے کہ یہ مانند قران کے ہے جس نے اپنے سے پیشتر کی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے بہر حال یہ تو مبالغہ آمیز عقیدت مندی ہے ورنہ عملاً احناف نے آٹھ ربیع الاول کو

منسوخ کر کے بارہ ربیع الاول کو راجح قرار دیکر ثابت کر دیا ہے۔ گویا ہدایہ بھی ان کے نزدیک معتبر و حجت نہیں ہے۔

احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں نبی ﷺ کی ولادت 8 ربیع الاول ہے،

(بحوالہ احمد رضا خان بریلوی فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۲۶ صفحہ ۴۱۲، ۴۱۵)

معلوم ہوا کہ امام رضا کا قول بھی حجت نہیں۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے؟

قاضی سلیمان صاحب منصور پوری مؤلف رحمۃ للعالمین، علامہ شبلی نعمانی مؤلف سیرۃ النبی اور مشہور ماہر فلکیات و ہیت دان محمود پاشا فلکی نے اپنی کتاب۔

التقویم العزلی قبل الاسلام وتاریخ میلاد الرسول وہجرۃ میں ریاضی کے ٹھوس دلائل کی رو سے ثابت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی اور تاریخ بارہ ربیع الاول تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں تو اختلاف ہوسکتا ہے لیکن سن وفات میں نہیں کیونکہ سن ہجری رائج ہو چکی تھی لہٰذا اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کی وفات بارہ ربیع الاول یقینی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ تقسیم سے قبل اور تقسیم کے بعد بھی کافی عرصہ تک بارہ ربیع الاول یوم وفات ہی کے نام سے منائی جاتی رہی ہے جسے برصغیر کے عوام بارہ وفات کہتے

چلے آئے۔

اب یہ تو عقیدت مند ہی بتا سکتے ہیں کہ وہ بارہ ربیع الاول جو کہ یوم ولادت نہیں ہے اس کا جشن مناتے ہیں یا بارہ ربیع الاول جو یوم وفات ہے اس کا جشن مناتے ہیں؟

عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ زندہ ہیں اس لئے عیسائی سالگرہ مناتے ہیں لیکن ان مسلمانوں کو دیکھئے یہ اپنے نبی کا عرس مناتے مناتے عیسائی مذہب کی تقلید میں اب سالگرہ منانے لگے ہیں اس لئے کہ ان کے اکابر بزرگوں نے یہ شوشہ چھوڑ دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں ہنوز زندہ ہیں۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تک زندہ تھے نہ عالم الغیب تھے اور نہ ہی ہر جگہ حاضر وناظر ہو سکتے تھے لیکن بعد از وفات ان کی پرستش کرنے والوں نے انہیں بالآخر مقام الوہیت تک پہنچا دیا بلکہ یہ عقیدت مند تو یہاں تک کہتے ہیں کہ

اللہ کے پلّے میں وحدت کے سوا کیا ہے؟
ہم کو جو لینا ہے لے لینگے محمدؐ سے

نعوذ باللہ من ذلک

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفٰے ہو کر

نعوذ باللہ من ذلک

(حدائق بخشش احمد رضا خان بریلوی ص ۲۸)

کچھ عرصہ قبل حافظ بشیر احمد غازی آبادی (متوفی) اخبار جہاں میں لوگوں کے سوالوں کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی کے عنوان سے دیا کرتے تھے ان ہی دنوں پشاور کے محمد زبیر خان نے حافظ صاحب کو ایک جواب طلب مراسلہ ارسال کیا تھا' مراسلہ دلچسپ اور معنی خیز بھی ہے زبیر صاحب لکھتے ہیں۔

میں سنی مسلمان ہوں اور میرا عقیدہ اہلسنت والجماعت حنفیہ کا ہے میں بہت ساری وجوہات کی بناء پر عید میلاد کو بدعت سمجھتا ہوں مختصراً یہ کہ

۱) ۶۲۵ھ میں سلطان ابوسعید مظفر اور ابوالخطاب ابن وحیہ نے اس کو شروع کیا جو اکثر علماء کے نزدیک کذاب تھے کچھ کے ہاں صالح (واللہ اعلم)

۲) اسلامی تاریخ کے چھ سات صدیوں کا زریں دور اس عید کی سعادت سے خالی رہا گویا سلف صالحین اور اکابردین اس سعادت سے محروم رہے جو ناممکن ہے۔

۳) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ''لاتجعلوا قبری عیداً'' یعنی روضہ اطہر پر بھی چراغاں' میلہ اور جمگھٹا کرنے کی اجازت نہیں چہ جائیکہ کراچی وپشاور میں غائبانہ جشن کرنا۔

۴) ۱۲ ربیع الاول آقائے نامدار (فداہ ابی وامی) کی تاریخ وصال بھی ہے کوئی بتاسکے گا کہ یہ عید آپ ﷺ کی آمد کی خوشی میں ہے یا ہم سب کو داغ مفارقت دینے کے غم میں ہے؟

۵) اس میں عیسائیوں وغیرہ کی مشابہت پائی جاتی ہے یعنی وہ بھی حضرت عیسیٰ کی سالگرہ مناتے ہیں اور حدیث پاک میں ہے کہ "من تشبہ بقوم فھو منھم"

حافظ صاحب تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ورنہ جو کچھ اس عید میلاد کے موقع پر ہوتا ہے وہ آپ سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

حافظ صاحب جواباً فرماتے ہیں۔

عید میلاد النبی اس محسن انسانیت کو ہدیہ عقیدت پیش کرنے کیلئے منایا جاتا ہے جو باعث تخلیق کائنات ہے اور ہم اسے جائز سمجھتے ہیں اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میلے ٹھیلوں کی ہم اجازت دے رہے ہیں لغوبات، لغوبات ہے جہاں بھی کی جائے البتہ چراغاں کرنا اظہار مسرت ہے۔ "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام"۔

(اخبار جہاں ۲۷ جنوری ۱۹۸۵ء

قارئین حافظ صاحب نے زبیر صاحب کے پیش کردہ پانچ چبھتے ہوئے

حقائق کا کوئی جواب نہیں دیا وہ بے چارے جواب دیتے بھی کہاں سے؟ اسے افلاس علم کہا جائے یا سب کچھ جان کر نہ ماننے کی ضد وہٹ دھرمی؟

حافظ صاحب کا کسی بات کا جواب نہ دینا گویا ان کو بھی اعتراف ہے کہ بہت ساری وجوہات کی بناء پر مروّجہ عید میلاد بدعت ہے ورنہ کتاب وسنت کے عنوان کے حوالے سے کسی ایک بات کا جواب آیت یا حدیث کے حوالے سے تو دیتے۔ لیکن یہ مذہب ومسلک کی مجبوری ہے کہ کتاب وسنت تو بڑی چیز ہے ان کے پاس اپنی فقہ حنفیہ کے حوالے سے بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ اس محسنِ انسانیت کا جشن میلاد مناؤ جو باعث تخلیق کائنات ہیں۔

اگر احناف واقعی امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں کسی اور کے نہیں تو وہ کم ازکم امام ابو حنیفہ ہی کا کوئی قول پیش کردیں جس سے جشن میلاد کا کوئی جواز نکل آئے ''ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین'' رہی حافظ صاحب کی یہ بات کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم میلوں، ٹھیلوں کی اجازت دے رہے لغوبات لغوبات ہے جہاں کہیں بھی ہو۔

یہ ایسی ہی بات ہے کہ جو لوگ خودکش حملے اور بم دھماکے کرواتے ہیں یا کروانے کی اجازت دیتے ہیں وہ خود ہی میڈیا پر بیان دیتے ہیں کہ ہم اسکی ہرگز اجازت نہیں دینگے۔

کون نہیں جانتا کہ محسنِ انسانیت کے جشن میلاد کے نام کے درپردہ کیسے کیسے انسانیت سوز کارہائے نمایاں سرانجام دئے جاتے ہیں۔

۱۔ چراغاں کرنا اگر اظہار مسرت ہے تو پھر چراغاں ہی کیجئے سرکار کی بجلی کے کھمبوں پر کنڈے لگا کر بجلی چوری کر کے گھروں' عمارتوں' پارکوں اور سڑکوں کو جگمگانا اس چوری کی کس نے اجازت دی؟ کیا یہ ناجائز اور حرام کام نہیں؟

۲۔ سرے شام لاؤڈ اسپیکر فلک شگاف آوازوں کے ساتھ کھول دینا اور فجر کی نماز تک نہ نمازوں کا خیال کرنا نہ مریضوں کا احساس کرنا اور نہ کسی کی نیند کا خیال کرنا اسکی اجازت کس نے دی؟

۳۔ لوگوں کو زبردستی فضائل ومناقب کے نام سے گھڑے ہوئے طلسم ہوشربا ء قصے کہانیاں اور گھڑی ہوئی روایتیں سننے پر اور شرکیہ وکفریہ نعتیں سنانے پر مجبور کرنا اس کی اجازت کس نے دی؟

۴۔ پھر عید میلاد کے جلوسوں سے شہر کی ٹریفک کا سارا نظام درہم برہم کرنا اور لوگوں کو پریشان کرنا اسکی کس نے اجازت دی؟

۵۔ موٹر سائیکلوں کے سائیلنسر نکال کر سڑکوں پر بھگانا

ذرا سوچئے اگر کار والوں اور ہر قسم کی موٹر وہیکلز والوں نے بھی سائیلنسر نکال کر دمادم مست قلندر شروع کر دیا تو پھر کیا ہوگا؟ اندیشہ ہے کہ آئندہ وہ بھی ان کے جلوس میں شامل ہو جائیں۔

کاش کہ یہ عاشقِ رسول ان انسانیت سوز افعال پر بھی غور کریں۔

الغرض عید میلاد کے جشن کی کوئی شرعی حیثیت تو کجا ادنیٰ سی دلیل بھی نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے ۶۳ برس اس دنیا میں گزارے آپ نے کبھی بھی اپنا یوم پیدائش منایا اور نہ ہی کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں اعلان کیا کہ آج کے دن تمہارے نبی کا یوم پیدائش ہے آؤ اس میں اظہار مسرت کے طور پر جشن منائیں جلسے جلوس نکالیں۔

اہل ایمان و اسلام اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ سے محبت ہی کرتے ہیں عشق نہیں ذرا سوچیئے کہ کیا عشق جیسا گھٹیا لفظ نبی ﷺ کی شایان شان ہے؟ یہ عاشق رسول خود بھی جانتے ہیں کہ یہ لفظ گھٹیا ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی انہوں نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ وہ اپنی ماں، بہن اور بیٹی سے بھی عشق کرتے ہیں۔لیکن خود کو عاشق رسول کہلوانے میں ذرہ برابر نہیں شرماتے۔

کیا صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے علاوہ کوئی دعوٰی کرسکتا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ سے زیادہ محبت کرتا ہے؟ وہ جلیل القدر ہستیاں جنہوں نے اپنے جان و مال سے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کی اور اپنے خون سے دین اسلام کی آبیاری کی جنہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت ملی ان سے بڑھ کر کوئی محبت کا دعوٰی کرے اور خلاف سنت کام کرے تو وہ محض دعوٰی ہی ہوگا حقیقت کچھ بھی نہیں۔

لیکن یہ عید میلاد منانے والے عاشق رسول ہیں اور جو لوگ جشن

نہیں مناتے ان کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزاروں عیدیں اے ماہ ربیع الاول
جہاں میں سوائے ابلیس کے سبھی تو خوشیاں منارہے ہیں

اس طنز کی زد میں کون کون آتا ہے؟ اسکے تصور ہی سے روح کانپ جاتی ہے۔

حالانکہ ابلیس لوگوں کو صراط مستقیم سے ہٹا کر بے تحاشا خوشیاں مناتا ہے آخر وہ ان کے ساتھ خوشیوں میں کیوں شریک نہ ہو؟

۳۔ تیسری عید

رسول اللہ ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ کو معلوم ہوا کہ کفار ایام جاہلیت ہی سے دو تہوار ایک جشن نوروز اور دوسرا جشن مہرجان کے نام سے مناتے چلے آرہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلے میں تمہیں ان سے بہتر دو دن عطاء فرمادئے ہیں۔ یوم الفطر یعنی عید الفطر اور یوم النحر یعنی عید الاضحیٰ۔

(رواہ احمد، ابوداوٗد ونسائی وغیرہ عن انسؓ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ملتِ اسلامیہ کیلئے احساس برتری پیدا کرنے کیلئے منفرد اور باوقار تہوار عید الفطر اور عید الاضحیٰ عطاء کردیئے لیکن وائے افسوس کہ امت کا ایک طبقہ ان دو تہواروں پر قناعت نہ کرسکا اور اسکی ضد میں ایک عجوبہ روزگار تہوار جشن عید میلاد النبی کے نام سے ایجاد کرلیا۔ اور لطف یہ کہ ایجاد و ہندہ اس بدعت کو باعث فضیلت، خیر و برکت اور عین کارثواب بھی سمجھتے ہیں اور جو اہل اسلام اس بدعت کو نہیں مناتے ان پر طنز کرتے ہیں۔

بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو شریعت میں پہلے سے موجود نہ ہو بعد میں شامل کی گئی ہو اور یہ چیز آیت کریمہ " اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ "(مائدہ ۳۰) آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا۔

گویا تیسری عید منانا اتمام حجت والے عقیدہ کے صریحاً خلاف ہے کہ گویا دین کامل نہیں ہے اور قیامت تک لوگ اس میں اضافے کرتے رہیں گے۔ جیسا کہ تیسری عید کے عقیدہ نے دین کامل ہونے کے عقیدہ کی نفی کردی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ۔ ۲۱)

’’کیا انہوں نے (اللہ کے) شریک بنا رکھے ہیں جو ان کیلئے شریعت سازی کرتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔‘‘

معلوم ہوا کہ بدعت ہر اعتبار سے کفر اور شرک ہے اول دین کو کامل تسلیم نہ

کرنا اسے ناقص سمجھنا اور پھر شریعت سازی کرنا نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پسند کردہ دین اسلام کے متوازی ایک نیا دین وجود میں آجاتا ہے۔

جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمادیا کہ

" وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

(آل عمران ـ ۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا متلاشی ہوگا تو وہ دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا''

سب کچھ گوارا ہے لیکن نہیں گوارا حق کو تسلیم کر کے اپنی اصلاح کرنا لیکن یہ اپنی اصلاح تو تب کریں جب اپنے کسی فعل کو فعل بد یا کفر و شرک سمجھیں جب ان کے ہاں بدعت کی علت وصفت تبدیل کردی جائے اور اسے کارِ خیر' کارِ ثواب اور باعثِ نجات سمجھ لیا جائے تو پھر اصلاح کس بات کی؟

مروجہ عید میلاد النبی کے جشن کو چار چاند لگا کر بقعۂ نور بلکہ نورانی نور بنانے میں اور اسے بام عروج تک پہنچانے میں بلاشبہ علماء مذہب ومسلک کا بڑا حصہ ہے اگر چہ یہ تیسری عید ایسی عید تھی کہ اس عید میں عید کی نماز کا اجتماع نہیں ہوتا جیسا کہ جشن ملی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں کے لئے عید گاہ میں اہتمام ہوتا ہے لیکن سالِ گزشتہ فیضان مدینہ میں ۱۲ ربیع الاول کے جشن کے اجتماع کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ آئندہ اس کمی کو بھی پورا کردیا جائے۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ اکثر لوگوں کو حتیٰ کہ علماء کو بھی علم نہیں کہ سنت کسے کہتے ہیں، جدت کیا ہے اور بدعت کس چیز کا نام ہے۔

۱۔ سنت۔ وہ عمل جو اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہو یعنی اس کا ثبوت حدیث صحیحہ میں ملتا ہو۔

۲۔ جدت۔ ہر وہ سائنسی ایجاد جس سے انسان استفادہ کرے، مثال کے طور پر ہم مسجد میں لاؤڈ اسپیکر اور کالر مائیک وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اذان دی جاتی ہے اور کالر مائیک لگا کر خطبہ جمعہ پڑھا جاتا ہے تاکہ دور تک آواز سنی جائے۔

اذان دینا، خطبہ دینا، سنت ثابتہ اور متواتر عمل ہے لیکن لاؤڈ اسپیکر یا کالر مائیک کا استعمال سنت نہیں نہ اس کو کوئی سنت کہتا ہے اور نہ ہی کارِ خیر یا کارِ ثواب باور کرایا جاتا ہے۔

۳۔ بدعت۔ ہر وہ کام جس کا ثبوت سنتِ ثابتہ سے نہ ملتا ہو مثلاً عید میلاد النبی ﷺ ایک ایسا فعل ہے جس کا ثبوت نہ سنتِ ثابتہ سے ملتا ہے نہ صحابہ کرامؓ، نہ تابعین، نہ تابع تابعین سے ملتا ہے۔ لیکن یہ عید خوب جوش وخروش سے کارِ ثواب اور کارِ خیر سمجھ کر منائی جاتی ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کو کارِ خیر اور کارِ ثواب تو بتایا جا رہا ہے مگر اس کا ثبوت کوئی بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لوگ علماء سے پوچھتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر اپنے متبعین کا منہ بند کر دیتے

ہیں کہ کیا کسی کے گھر میں بچے کی ولادت ہوتو وہ خوشی نہیں منائے گا؟

ہم کہتے ہیں کہ خوشی ضرور منائے لیکن کیا وہ اس کی ہر سال سال گرہ منائے گا، ہم تو تیسری عید جو بطور سال گرہ منائی جاتی ہے اس کا ثبوت مانگتے ہیں۔ مگر جواب نہیں ملتا۔

بتایا پھر عیسائیوں اور مسلمانوں میں فرق کیا باقی رہ گیا وہ سال گرہ کے نام پر کرسمس مناتے ہیں اور یہ کرسمس ہی کی طرز پر تیسری عید مناتے ہیں۔ اور انھیں احساس تک نہیں کہ وہ کن کی نقالی میں مدہوش ہیں۔

سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم یہود و نصریٰ کے قدم بقدم چلو گے، حتیٰ کہ اگر وہ کسی ضب کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے۔ (صحیح بخاری)

محمد یوسف اسحاقی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کس کا اسلام ہے؟

ملکی تاریخ میں پہلی بار لاہور کے چرچ میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن منایا گیا۔

نماز بھی ادا کی گئی جس میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائی، سکھ اور ہندوؤں نے بھی شرکت کی۔

تقریب کا اہتمام مدر ٹریسا ویلفئیر ٹرسٹ نے کیا تھا تقریب میں ڈاکٹر طاہر القادری کے بیٹے حسن محی الدین نے خطاب کیا۔ انھوں نے اسلام اور دوسرے مذاہب میں یکسانیت امن ومحبت پر زور دیا۔

تقریب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا کیک بھی کاٹا گیا۔

(بحوالہ ایکسپریس مورخہ یکم مارچ 2010ء صفحہ نمبر 8)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مؤلف کی دیگر تصانیف

مؤلف کی متوقع اشاعتیں

۱۔ نظامِ جمہوریت، خلافِ شریعت (پرنٹ ہو چکی ہے)

۲۔ جشنِ وفات، جشنِ ولادت یا تیسری عید (پرنٹ ہو چکی ہے)

۳۔ اہلحدیث اور صوفی ازم

۴۔ انبیاء بشر ہی ہوتے ہیں۔ (نوری مخلوق نہیں)

۵۔ جادو برحق ہے۔ (جادو کے منکرین کو مدلل جواب)

۶۔ طلاق وحلالہ کی شرعی حیثیت (حلالہ یا حرامہ)

۷۔ ماہِ محرم خوشی یا مستقل سوگ؟

ضخیم کتب

۱۔ فرقہ بندی کی تاریخ (فرقہ بندی کی ابتداء کی محرکات)

۲۔ تصوف کی طلسم ہوشربا تاریخ (کمالات صوفیاء)